فتاوی اہل حدیث از حافظ عبد اللہ روپڑی: تعارف و تجزیہ

Fatawi of Ahle Hadith by Hafiz Abdullah Ropari: Introduction and Analysis

Dr. Ruqia Bano
Lecturer, Department of Islamic Studies, The Women University Multan:
ruqia.6089@wum.edu.pk

Dr. Khalida Siddique
Lecturer, Department of Islamic Studies, The Women University Multan:

Abstract:

The Indian sub-continent is considered to be the most fertile land in terms of knowledge, where genius scholars were born. They left a prominent name in the field of education and learning. He waged jihad against the false system of the British through his pen and language and also rejected many false sects born in the subcontinent. There are many scholars whose books alone are enough to recognize them. One of them is the name of Hafiz Abdullah Roopari. The number of his works is around 250 and many books are also well known. His fatwas in two volumes are short but well-reasoned. In his fatwa, jurisprudential insight is also clearly visible along with arguments from the Qur'an and hadiths, which provide a satisfactory answer to the questioner. In the article under review, Hafiz Abdullah Ropri's Fatawi Ahl al-Hadith's styles and methods will be reviewed.

Keywords: *Qur'an and Hadith, Abdullah Ropri, Fatawi Ahl al-Hadith*

حافظ عبد اللہ روپڑی اپنے دور کے نابغہ روزگار علماء میں سے تھے آپ کو قرآن، حدیث، فقہ، سیر و تاریخ اور صرف و نحو، میں ید طولیٰ حاصل تھا آپ کو علوم اسلامی کا بحر ذخائر قرار دیا جاسکتا ہے، آپ وسعت مطالعہ، ذوق تحقیق اور قوت استحضار میں بے نظیر تھے، اجتہادی بصیرت کے حامل یہ بزرگ اتباع سنت میں سلف صالحین کا ایک بہترین نمونہ تھے۔ آپ کی انہی ان بے مثل خصوصیات کی بنا پر ہر دور کے علماء نے آپ کی ثناء خوانی کی ہے۔ آپ جہاں ایک بہترین معلم ہیں وہاں ذوق تحریر بھی آپ کا ایک نمایاں وصف ہے آپ کی کتب کی تعداد کثیر ہے اور ہر کتاب اپنے عنوان کا حق پورا پورا ادا کر دیتی ہے۔

حافظ عبد اللہ روپڑی کے ابتدائی حالات

مولانا عبد اللہ روپڑی کے خاندان کے افراد ضلع گوجراں ایمن آباد کے رہنے والے تھے۔ ان میں دو بزرگ ایک کبیر اور ایک کمیر کے نام سے مشہور تھے جب راجا رنجیت سنگھ سے امر تسر کی تحصیل اجنالا آئے تو وہاں ایک گاؤں آباد کیا اور اس کا نام "کمیر پور" مشہور ہوا۔[1] حافظ عبد اللہ 1894ء بمطابق 1304ھ میں کمیر پور مشرقی پنجاب ضلع امر تسر میں پیدا ہوئے، والد ماجد کا اسم گرامی روشن دین تھا[2]، روشن دین بہت نیک شخص تھے زیادہ تر وقت علماء کی مجلس میں گزارتے تھے اس لیے حافظ عبد اللہ کی طبیعت میں شروع ہی سے نیکی کا رجحان تھا[3] تعلیم کی ابتداء حفظ قرآن مجید سے کی۔ حفظ میں آپ کے استاد مولانا عبد اللہ تھے، جب سورہ بقرہ حفظ کر لی تو اپنے بھائی مولوی رکن الدین کے ضلع فیروز پور کے علاقے لکھو تشریف لے گئے وہاں آپ نے صرف و نحو کی اولین کتب پڑھیں لکھو سے فراغت کے بعد اپنے بھائی کے ساتھ سہارن پور گئے اور وہاں ایک سال قیام کیا بعد ازاں میرٹھ پور بھی تشریف

---

[1] محمد اسحاق بھٹی، مولانا، روپڑی علمائے حدیث، محدث روپڑی اکیڈمی لاہور، 2011ء، ص9

[2] عبد الرشید عراقی، تذکرۃ النبلاء فی تراجم العلماء، بیت الحکمہ، لاہور، 2004ء، ص190

[3] محمد اسحاق بھٹی، روپڑی علمائے حدیث، ص9

لے گئے آپ کے بھائی نے آپ کو میرٹھ پور کے معروف مدرسے نعمانیہ میں داخل درس کروادیا اس مدرسے میں صرف و نحو کی دیگر کتب کی تحصیل کی۔[4]

مدرسہ غزنویہ میں زانوئے تلمذ

محدث روپڑی کے دور میں پنجاب میں دو ہی مشہور مدرسے تھے ایک ضلع لکھو کا مدرسہ اور دوسرا امرتسر میں مدرسہ غزنویہ سلفیہ اس وقت ان دونوں مدارس کی شہرت پورے ہندوستان میں پھیل چکی تھی دور درز سے تشنگان علم یہاں آتے تھے[5]، آپ کے بھائی رکن الدین مزید تعلیم کے لیے دہلی تشریف لے گئے تو آپ نے وطن کا رخ اختیار کیا، میاں روشن دین کمیر پور میں مستقل رہائش اختیار کر چکے تھے اس لیے محدث روپڑیکو بھی امرتسر کے مدرسے غزنویہ میں بٹھادیا۔ یہ پنجاب کی معروف دینی درس گاہ تھی تھا جہاں قرب وجوار کے تشنگان علم سیرابی کے لیے آتے تھے۔ اس مدرسے میں آپ نے حفظ قرآن کی تکمیل کی اور وہیں سے شرح جامی اور دیگر منطق کی کتب کی تدریس کی، زنجانی، مراح الارواح، اور شافعیہ اور فصول اکبری جیسی اہم اور متداول کتب بھی پڑھیں۔ مولانا عبد الجبار غزنوی جیسے جید عالم سے حدیث و تفسیر اور اصول فقہ اور فقہ کی مروجہ کتب کی تکمیل کی۔[6]

مدرسہ غزنویہ سے تحصیل علم کی تکمیل کے بعد اسی مدرسہ میں ہی آپ کو تدریس کی پیش کش ہوئی لیکن علم کی پیاس ابھی باقی تھی چنانچہ آپ 1910ء میں مدرسہ غزنویہ سے دہلی چلے گئے وہاں سے بعض درسی کتب اور اقلیدس پڑھیں اور اس دوران مولانا عبد الجبار غزنوی 1913ء میں وفات پا گئے۔ آپ اظہارِ افسوس کے لیے امرتسر آئے لیکن کچھ روز بعد واپس دہلی آ گئے۔ لیکن اب کتب کی تکمیل ممکن نہ رہی اس لیے رام پور کے مدرسہ میں گئے تاکہ داخلہ مل جائے لیکن داخلہ نہ مل سکا۔

مدرسہ رام پور سے کسبِ فیض

---

[4] عبد الرشید عراقی، تذکرۃ النبلاء فی تراجم العلماء، ص190

[5] محمد اسحاق بھٹی، روپڑی علمائے حدیث، ص18

[6] محمد اسحاق بھٹی، بزم ارجمندان، مکتبہ قدوسیہ، لاہور پاکستان، 2006ء، ص268

آپ مدرسہ رام پور میں پریشان بیٹھے کہ مدرسہ کے مہتمم کسی ضروری کام کے سلسلے میں باہر چلے گئے ان کی تحریر کا ایک مسودہ سامنے پڑا تھا محدث روپڑ ینے اسے اٹھایا اور دیکھ کر صرفی نحوی غلطیوں کے نیچے نشان لگا کر اصلاح کر دی ، جب مہتمم مدرسہ واپس تشریف لائے اپنا مسودہ دیکھا تو سوال کیا کہ یہ اصلاح کس نے کی جب محدث روپڑیے بارے میں علم ہوا تو انہیں ان کی علمی قابلیت کا اندازہ ہو گیا اسی وقت انہیں مدرسہ میں بیک وقت بطور استاد و طالب علم داخل کر لیا بعد ازاں محدث روپڑی نے وہیں سے سند فراغت حاصل کی ، اسی اثناء میں مولوی فاضل کا امتحان بھی پاس کیا۔ وہاں آپ کے اساتذہ میں مولانا محمد امین پشاوریؒ اور مولانا فضل الحق رام پوریؒ شامل تھے ۔[7]

اس حوالے سے محدث روپڑی خود رقمطراز ہیں:

"میں نے تفسیر و حدیث اور فنون کی کتابیں مدرسہ غزنویہ امر تسر سے پڑھیں فنون کو مکمل کرنا باقی تھا اس لیے میں دہلی روانہ ہوا، نذیر حسین دہلویؒ میرے دہلی پہنچنے سے آٹھ سال قبل وفات پا چکے تھے (محدث روپڑی 1910ء کو دہلی پہنچے اور میاں نذیر حسین دہلوی 1902ء میں وفات پا چکے تھے) میں نے دہلی میں 3 سال قیام کیا اور 1913ء میں سید عبد الجبار غزنویؒ کی وفات کی خبر آ پہنچی ، وہ میرے محسن تھے میں دس سال کی عمر میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان سے آٹھ سال علوم دینیہ کی تعلیم حاصل کی۔ ظاہری و باطنی فیو ض حاصل کیے ان کی وفات کا صدمہ نا قابل برداشت تھا چنانچہ طبیعت نے فیصلہ کیا جلد واپس ہونا چاہیے ابھی علوم کی تکمیل نہیں ہوئی تھی میں رام پور چلا گیا، وہاں مدرسہ عالیہ میں ایک سال تعلیم حاصل کی اور وہاں سے درس نظامی کی دو اسناد حاصل کیں اور 1914ء میں فارغ التحصیل ہو کر امر تسر آ گیا اور 1915ء میں روپڑ میں رہائش پزید ہو گیا۔"[8]

---

[7] محمد اسحاق بھٹی، بزم ارجمندان، ص269

[8] عبد الرشید عراقی، چالیس علمائے اہل حدیث، نعمانی کتب خانہ، لاہور، 2001ء، ص295

اساتذہ کرام

عبد القادر لکھویؒ لکھو میں آپ کے استاد رہے ، امر تسر میں آپ کو مولوی معصوم علی ہزاروی،،،سید عبد الاول غزنوی،سید عبد الجبار غزنوی اور مولوی محی الدین مولوی عبد الصمد نے اپنے چشمہ علم سے سیر اب کیا اور رام پور میں مولوی امین پشاوری اور مولوی فضل الحق سے استفادہ کیا۔[9] ۔ دیگر مشہور اساتذہ یہ ہیں:

- عبد القادر لکھوی[10]
- سید عبد الجبار غزنویؒ۔[11]
- سید عبد الاول غزنویؒ[12]

---

[9]عبد الرشید عراقی، تذکرۃ النبلاء، ص 191

[10]مولانا عبد القادر لکھوی کی پیدائش 1834ء میں لکھو میں ہوئی، آپ نے اپنی مکمل تعلیم اپنے آبائی مدرسے لکھو کے میں حاصل کی اس کے بعد مولانا عبد الجبار غزنوی کے پاس مدرسہ غزنویہ میں تشریف لے گئے،ان سے حدیث پڑھی اور سند حدیث حاصل کی اس کے بعد مولانا عبد المنان وزیر آبادی کے حلقہ درس میں شریک ہوئے اور ان سے سندِ حدیث حاصل کی، مولانا صاحب تفسیر، حدیث، فقہ، معانی و بیان، منطق و فلسفہ کے ماہر تھے جب فارغ التحصیل ہوئے تو اپنے آبائی مدرسہ میں تدریس شروع کی،اس مدرسہ کے پہلے مدرس مولانا محمد لکھوی تھے ان کے بعد آپ اس مدرسہ کے تیسرے مدرس تھے پچاس سال تک شائقین علم کو قرآن و حدیث کے چشمہ سے سیر اب کرتے رہے ،نہایت ذہین و متبحر عالم تھے ۔ ہر سوال کے جواب میں سائل کو مطمئن کر دیتے ،1924ء میں وفات پائی محمد اسحاق بھٹی ،دبستانِ حدیث، مکتبہ قدوسیہ لاہور، پاکستان، طبع اول،2008ء، ص 291

[11]سید عبد الجبار غزنویؒ 1268ھ میں غزنی میں ایک مقام "صاحبزادہ" میں پیدا ہوئے، تعلیم کا آغاز گھر سے ہوا آپ نے اپنے بھائی محمد بن عبد اللہ اور احمد بن عبد اللہ سے دینی تعلیم حاصل کی اور آپ نے سید عبد اللہ غزنوی سے روحانی فیض حاصل کیا۔ آپ نے حدیث کی تحصیل شیخ الکل مولانا نزیر حسین دہلوی سے کی، مدرسہ غزنویہ میں تدریس کا آغاز کر دیا، آپ جیسے ہی مسند تدریس و خلافت پر فائز ہوئے ، آپ کی روحانی فیوض کا سلسلہ دراز ہو گیا تمام ہندوستان سے مدرسہ غزنویہ میں شائقین علم و حدیث مدسہ میں اکھٹا ہونا شروع ہو گئے ۔ آپ نے دار العلوم تقویۃ الاسلام میں بھی درس و تدریس کی خدمات سر انجام دیں، آپ کا انتقال 1331ھ میں ہوا محمد اسحاق بھٹی ،دبستانِ حدیث، ص 76

روپڑ میں قیام

محدث روپڑی 1914ء میں دینی علم کی تحصیل سے فارغ ہوئے تو جماعت اہل حدیث روپڑ نے آپ کی خدمات حاصل کر لیں۔ انہوں نے آپ کو قیام روپڑ پر مجبور کرنا چاہا تو آپ نے اس قیام کو والد ماجد کی اجازت پر موقوف کیا اور تو اہل حدیث علماء کا ایک وفد آپ کے والد کے پاس تشریف لایا تو بہت اصرار پر والد صاحب نے روپڑ جانے کی اجازت دے دی تو آپ 1915ء میں روپڑ آ گئے 1938ء تک وہیں قیام کیا اور وہیں شاہی جامع مسجد عالی میں درس و تدریس و تبلیغ دین کا سلسلہ شروع کر دیا۔[13]

جماعت اہل حدیث کی خدمات

جامعہ دار الحدیث کا قیام : محدث روپڑی جب روپڑ تشریف لائے تو وہاں آپ نے ایک مدرسہ "دار الحدیث" کی بنیاد رکھی، اور اپنی تبحر علمی سے عوام کو سیر اب کرنا شروع کر دیا۔ 1938ء تک اسی مدرسہ سے منسلک رہے۔[14]

مجلہ "تنظیم اہل حدیث" کا اجرا

---

[12] سید عبد الاول غزنویؒ فحول علماء میں سے تھے ابتدائی تعلیم مدرسہ لکھوکے میں حاصل کی اس کے بعد مدرسہ غزنویہ امر تسر میں داخل ہوئے، آپ کے اساتذہ میں عبد اللہ بن عبد اللہ، محمد بن عبد اللہ غزنوی اور مولانا عبد الجبار غزنوی تھے، حدیث کی تحصیل مولانا نذیر حسین دہلویؒ سے کی اس کے بعد مدرسہ غزنویہ میں مسندِ تدریس پر جلوہ افروز ہوئے اور تادم حیات وہیں تدریس کرتے رہے، آپ سے جید علماء بھی سوال کرنے کے لیے سائلین کو آپ کے پاس بھیجتے آپ انہیں تشفی بخش جواب دیتے۔ نصرۃ الباری فی الترجمۃ البخاری" آپ کی معروف کتاب ہے آپ نے 1313ھ میں وفات پائی، سید داؤد غزنوی کی اہلیہ آپ کی صاحبزادی تھیں۔ عبد الرشید عراقی، غزنوی خاندان، امام شمس الحق ڈیانوی پبلیشرز، کراچی، پاکستان، 2003ء، ص92

[13] محمد اسحاق بھٹی، روپڑی علمائے حدیث، ص23-24

[14] عبد الرشید عراقی، چالیس علمائے اہل حدیث، ص296

دوران قیام روپڑ حافظ صاحبؒ نے 5 فروری 1933 بمطابق 26 رمضان المبارک 1350ھ کو ہفت روزہ مجلہ " تنظیم اہل حدیث کا اجراء کیا جو اللہ کے فضل و کرم سے اب تک جاری ہے۔ قلم کی نوک سے دین اسلام کی بھرپور تبلیغ کی اور توحید و سنت کے پرچار کے ساتھ ساتھ شرک و بدعت کی توبیخ میں مصروف عمل رہے اور سرزمینِ پاکستان میں یہ مجلہ مولانا عبد القادر روپڑیؒ کی زیرِ سرپرستی رہا اس مجلہ کی اشاعت اب مولانا عبد الغفار روپڑی اور ان کے برادر صغیر مولانا عبد الوہاب روپڑی کی زیر سرپرستی ہے۔ حافظ عبد اللہ 1938ء میں روپڑؒ سے امرتسر چلے گئے اور اپنے دار الحدیث کی ذمہ داری اپنے بھتیجے مولانا عبد القادر روپڑیؒ کو سونپ دی۔ اور مولانا احمد اللہؒ صاحب کی خواہش کی پسداری کرتے ہوئے امرتسر کی مسجد کا انتظام اپنے ہاتھوں میں لے لیا اور برصغیر کی تقسیم تک اسی مسجد کے سرپرست رہے۔[15]

جمیعت تنظیم اہل حدیث:

1906ء میں آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس کی بنیاد رکھی گئی اس وقت محدث روپڑی کی عمر 15، 16 سال تھی اس لیے آپ اس کانفرنس میں شرکت نہ کر سکے اس طرح 1920ء میں انجمن اہل حدیث پنجاب کی بنیاد رکھی گئی آپ انجمن میں شامل نہ ہو سکے بلکہ قیام پاکستان تک آپ کسی بھی اہل حدیث کانفرنس میں میں شریک نہ ہو سکے ۔1931ء میں جمعیت تنظیم اہل حدیث حافظ عبد اللہ بہاولپوری کی مساعی سے وجود میں آئی، اس تنظیم کے امیر محمد شریف گھڑیالوی اور ناظم اعلی عبد الرحیم آف گوجرنوالہ منتخب کیے گئے۔ اس کا صدر دفتر گوجرانوالہ میں بنایا گیا اور ہفت روزہ اہل حدیث کو اس کا ترجمان مقرر کیا گیا۔۔[16]

دار الحدیث رحمانیہ دہلی

شیخ عطا الرحمن رئیس نے دہلی میں ایک مدرسہ قائم کیا جس کا نام دارالحدیث رحمانیہ رکھا گیا یہ اپنے وقت میں اہل الحدیث کی یونیورسٹی تھی انہوں نے محدث روپڑ یکے علم و فضل کی بنا پر انہیں دار الحدیث کا تاحیات ممتحن

---

[15] ایضا، ص296

[16] عبد الرشید عراقی، چالیس علمائے اہل حدیث، ص296

مقرر کیا وہ 1947ء تک مسدرسہ کے ممتحن رہے۔ حافظ عبد اللہ روپڑی کی تدریسی خدمات نے ہی ان کے نام کو تابندہ وروشن کیا، اور آپ کے سامنے زانوئے تلمذ طے کر کے کئی طالب علم علم کی معراج کو پہنچے۔

تلامذہ

محدث روپڑی ایک بہترین مدرس و متبحر معلم تھے آپ آسان و سہل انداز میں عالمانہ و فاضلانہ درس دیتے تھے آپ امر تسر، روپڑ اور لاہور میں تدریس کی خدمت انجام دیتے رہے اس لیے آپ کے تلامذہ کی ایک طویل فہرست ہے لیکن چند قابل اور ہونہار تلامذہ کے نام یہ ہیں:

- ☆ شیخ محمد عمر بن ناصر نجدیؒ
- ☆ عبد الجبار کھنڈیلویؒ
- ☆ حافظ محمد اسماعیل روپڑیؒ
- ☆ محمد حسین روپڑیؒ
- ☆ حافظ عبد القادر روپڑیؒ
- ☆ محمد صدیق بن عبد العزیز (سرگودھا)ؒ
- ☆ حافظ ثناء اللہ مدنیؒ
- ☆ حکیم محمد اشرف سندھوؒ
- ☆ حافظ عبد الرحمن مدنیؒ
- ☆ سید بدیع الدین شاہ راشدیؒ
- ☆ محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانیؒ
- ☆ عبد السلام کیلانی[17]

سرزمین پاکستان میں محدث روپڑی کی دینی خدمات

[17] عبد الرشید عراقی، تذکرۃ النبلاء، چالیس علمائے اہل حدیث، ص 297

1947ء میں جب پاکستان معرض وجود میں آیا تو حافظ عبد اللہ اور ان کے خاندان کو بہت سی مصیبتوں اور فسادات کا سامنا کرنا پڑا ان کا روپڑ اور مار تسر کا کتب خانہ صائع ہو گیا، کئی بچے فسادیوں کے ہاتھوں مارے گئے بہت اذیتوں کا سامنا کرنے کے بعد پاکستان پہنچے پہلے پتوکی کے ایک گاؤں میں گئے پھر تحصیل جڑانوالہ کے قریب ایک ریلوے اسٹیشن میں اقامت پزید ہوئے وہاں ایک مسجد بنانے کا خیال بھی کیا لیکن ماحول موافق نہ ہونے کی وجہ سے اس خیال کو عملی جامہ نہ پہنا سکے وہاں سے لاہور تشریف لائے اور ماڈل ٹاؤن لاہور کوٹھی الاٹ ہونے پر رہائش اختیار کی اور چوک دلگراں کے پاس " جامع القدس اہل حدیث " کے نام سے ایک مسجد تعمیر کی ۔ آپ نے " جامعہ اہل حدیث " کے نام سے ایک مدرسہ قائم کیا۔[18]

حافظ عبد اللہ کا علم و فضل اور تقوی

حافظ صاحب ایک جید عالم دین تھے۔ علم و فضل کے اعتبار سے ایک بلند پایہ مدرس تھے ، مجتہد ، مفتی اور امام تھے۔ بہت کم سخن تھے اوصاف حمیدہ کے حامل تھے، شب بیدار اور عبادت گزار تھے، کثرت سے روزے رکھتے زہد و تقوی کا یہ عالم تھا کہ ہر وقت ذکر و اذکار میں مشغول رہتے نماز بہت خشوع سے پڑھتے۔

محدث روپڑ یکو علم دین سے محبت ورثہ میں ملی تھی، آپ کے والد روشن دین کو بھی حصول علم کا بہت شوق تھا ان کا زیادہ تر وقت علمی مجلسوں میں گزرتا علماء سے نیکی کی باتیں سیکھنا اور مسائل سے آگاہی حاصل کرنا ان کا محبوب مشغلہ تھا اس طرح کی مجلسوں میں رہ رہ کر دل میں حصول علم کا داعیہ ابھر آیا اور اپنی زرعی زمین کو بیچ کر اور بیوی کو طلاق دے کر لکھو تشریف لے گئے اور مولانا محمد لکھوی کی خدمت میں حاضر ہوئے یہ 1301ھ کا واقعہ انہوں تمام ماجرہ سن کر فرمایا واپس جا کر بیوی سے رجوع کرو۔ وہ کمیر واپس آئے بیوی سے رجوع کیا پھر لکھو آ کر علم حاصل کیا ایسے بزرگ کا خون ہونے کی وجہ سے حافظ عبد اللہ کا دین سے محبت کرنا فطری امر تھا اس لیے حافظ عبد اللہ نے ساری زندگی خطابت و کتابت دین میں گزاری زبان و قلم کے ذریعہ دین اسلام کی خدمت میں کوشاں رہے

[18] عبد الرشید عراقی، چالیس علمائے اہل حدیث، ص297

۔ سنت رسول ﷺ سے محبت ان کی گھٹی میں داخل تھی اس لیے شرک و بدعات کا رد گویا ان کی زندگی کا مقصد و مطمع تھا۔[19]

تصانیف

محدث روپڑی نہ صرف ایک بہترین مفتی اور خطیب تھے وہاں ایک بلند پایہ مصنف بھی تھے:

آپ کی مشہور تصانیف: ارشاد الوریٰ فی الجمعۃ القریٰ، انسانی زندگی کا مقصد، شرعی نظام، دعا بحرمت انبیاء، بیمہ کی زندگی، وسیلہ بزرگان، مودودیت اور احادیث نبویہ ﷺ، ریڈیو اور ریت ہلال، نکاح شغار، الکتاب المستطاب فی جواب فصل الخطاب، اسلامی داڑھی، نکاح شغار، عرس و گیارہویں نور محمد ﷺ کی پیدائش، کلمہ توحید، تعلیم الصلاۃ، بدعات مروجہ کی تردید، مسئلہ تکبیرات عیدین، اطفاء الشمعہ فی ظہر الجمعہ، مرزائیت اور اسلام، زیارت قبر نبوی ﷺ، حج مسنون، طلاق ثلاثہ، تحقیق التراویح فی جواب تنویر المصابیح، لاؤڈ اسپیکر اور نماز، درایت تفسیری، توحید الرحمٰن بجواب استمداد عباد الرحمٰن، مسئلہ ارسال الیدین بعد الرکوع، تقلید اور علمائے دیوبند، رفع یدین اور آمین، سماع موتیٰ حکومت اور علمائے ربانی، اہل حدیث کے امتیازی مسائل اور وراثت اسلامی ہیں۔

علماء کی ثناء خوانی

محدث روپڑی کی علمی اور اخلاقی خوبیوں کا اعتراف ان معاصرین اور متاخرین علماء نے کیا ہے:

مولانا محمد حسین بٹالوی نے لکھا ہے:

"حافظ عبد اللہ صاحب علم و فضل ہیں ہندوستان میں ان کی نظیر نہیں۔"[20]

صاحب تحفۃ الاحوذی مولانا عبد الرحمٰن مبارکپوری لکھتے ہیں:

"حافظ عبد اللہ روپڑی جیسا ذی علم اور لائق استاد تمام ہندوستان میں کہیں نہیں ملے گا۔"[21]

مولانا عطاء اللہ حنیف بھی ان کی فقاہت کے معترف ہیں لکھتے ہیں:

---

19 محمد اسحاق بھٹی، بزم ارجمندان، ص266

20 عبد الرشید عراقی، تذکرۃ النبلاء، ص190

21 ایضاً، ص190

"حضرت العلام روپڑی فقہ الحدیث میں مجتہدانہ بصیرت رکھتے تھے، علوم القرآن اور علوم الحدیث کے علاوہ فقہ اصول فقہ، صرف و نحو، ادب و معانی، عقائد و کلام، فنون حکمت، منطق و فلسفہ میں تدریسا اور تحریرا ید طولٰی حاصل تھا۔"[22]

محدث روپڑی کی اولاد

محدث روپری کے چار بیٹے اور سات بیٹیاں تھیں بڑا بیٹا مسعود پھر محمد جاوید پھر محمود پھر حامد اور بیٹیوں میں بڑی رقیہ پھر عائشہ، مریم، خدیجہ، عزیزہ، سعیدہ، فوزیہ۔ خدیجہ روپڑ میں 1938ء میں تپ دق میں مبتلا ہو کر وفات پا گئیں۔ تقسیم ہند و پاکستان کے فسادات میں رقیہ، مریم، سعیدہ، عزیزہ اور حامد بیٹا ہندوؤں کے ہاتھوں شہید ہو گئے باقی تینوں بیٹے زندہ ہیں اپنا اپنا کاروبار کرتے ہیں بہت با اخلاق ہیں

وفات: حضرت العلام محدث روپڑی کا انتقال 11 ربیع الثانی 1384ھ بمطابق 20 اگست 1964ء کو لاہور میں ہوا اور گارڈن ٹاؤن کے قبرستان میں دفن کیے گئے۔[23] علم و کمال کی ایک اور ہستی جوارِ رحمت میں منتقل ہو گئی اور گلستان علم کو ویران کر گئی۔ جہالت کی اس اندھیر نگری میں نہ جانے کتنے دیئے روشن ہوں گے اور بجھتے رہیں گئے لیکن اللہ قیامت تک کبھی بھی دنیا کو ان مصابیح سے خالی نہیں رہنے دے گا، ہر رات کے بعد صبح ہوتی رہے گی، اللہ ان مبارک ہستیوں کی قبروں کو باغیچہ بنادے۔ اپنے نور منور سے روشن کر دے آمین۔ اللھم اغفرلہ وارحمہ

مبحث دوم: "فتاویٰ اہل حدیث" کا تعارف و تجزیہ

محدث روپڑی کے علمی افق پر نگاہ دوڑائیں تو اس کی روشنی ہر جگہ بکھری دکھائی دیتی ہے آپ کی تمام تصانیف ہی لاجواب ہیں لیکن آپ کے فتاوی آپ کے علمی افق پر ایک چمکدار ستارے کی مانند ہیں۔ فتاویٰ اہل حدیث دراصل محدث روپڑی کے ان فتاویٰ کا مجموعہ ہے جو ہفت روزہ تنظیم اہل حدیث میں شائع ہوتے رہے۔ لوگ بذریعہ

---

[22] عبد الرشید عراقی، چالیس علمائے اہل حدیث، ص 293

[23] عبد الرشید عراقی، تذکرۃ النبلاء، ص 193، چالیس علمائے اہل حدیث، ص 303

خطوط ہی فتاوی پوچھتے اور آپ بذریعہ خطوط ہی جواب دیتے۔ اس مجموعہ میں وہ فتاوی بھی شامل ہیں جو اخبار "اہل حدیث" کے اجراء سے قبل آپ سے پوچھے جاتے رہے، اس کے علاوہ اس میں وہ فتاویٰ بھی موجود ہیں جو آپ کے پاس غیر مطبوعہ صورت میں موجود تھے۔ اس فتاویٰ ترتیب و اشاعت کا سہرا محدث روپڑی کے شاگرد محمد صدیق بن عبد العزیز کے سر ہے فتاوی کی ترتیب و تنظیم ایک مشکل اور دقت طلب کام تھا اور اس کے لیے ایک متحمل اور مستقل مزاج آدمی کی ضرورت تھی چنانچہ محدث روپڑی کو مولانا صدیق انہی اوصاف سے متصف دکھائی دیئے تو انہوں نے یہ ذمہ داری مولانا صدیق مرحوم کو سونپ دی ۔ محدث روپڑی نے انہیں یہ کام سونپا کہ وہ حافظ کے مطبوعہ اور غیر مطبوعہ تمام فتاوی کو اکٹھا کریں کہیں کوئی فتاوی نامکمل اور کوئی سوال رہ گیا ہو تو ان سے لکھوالیں لیکن مولانا صاحب کی گوناگوں مصروفیات کی بنا پر یہ کام محدث روپڑی کی زندگی میں پایہ تکمیل تک نہ پہنچ سکا بعد میں اللہ کی طرف سے اشارہ ہوا تو مکمل کیا گیا انہوں نے فتاویٰ کے مقدمے میں اس بات کا تذکرہ بھی کیا ہے لکھتے ہیں:

> "فتاویٰ کی ترتیب و اشاعت کا کام تغافل کی نذر ہو گیا ان کی زندگی میں نہ ہو سکا، 1965ء میں حج بیت اللہ نصیب ہوا حرم میں آرام کی غرض سے لیٹا ہوا تھا، نیند آگئی خواب میں ملاقات ہوئی فرمایا اشاعت دین میں سستی کیسی؟ آنکھ کھل گئی آپ کے الفاظ نے دل پر اتنا اثر کیا کہ فتاویٰ کی اشاعت کا عزم بالجزم کر لیا۔"[24]

حج سے واپس آکر مولانا محمد صدیق صاحب نے فتاویٰ کی ترتیب کا کام شروع کر دیا اس سلسلے میں ان کے معاونین عبد القادر روپڑی (محدث روپڑی کے بھتیجے اور جانشین ہیں) عائشہ بنت محدث روپڑی ہیں۔

اس فتاوی کا نام فتاوی اہل حدیث رکھنے کی وجہ مولانا محمد صدیق یوں بیان کرتے ہیں:

> "ہمارے سابق علماء کے فتاویٰ ان کے نام یا وطن سے موسوم ہیں، چنانچہ فتاوی نذیریہ کی نسبت شیخ الکل مولانا نذیر حسین دہلوی اور فتاوی ثنائیہ کی نسبت مولانا ثناء اللہ امر تسری کی طرف ہے اسی طرح فتاوی غزنویہ کی نسبت امام عبد الجبار کے آبائی وطن غزنی کی طرف ہے

---

[24] عبد اللہ روپڑی، حافظ، فتاویٰ اہل حدیث، ادارہ احیاء السنۃ النبویہ، سرگودھا، 1973ء، ج 1، مقدمہ

مگر زیرِ نظر فتاویٰ کو محدث روپڑی کے وطن یا نام کی طرف نہیں کی گئی بلکہ فتاوی کی نسبت نام یا وطن کی طرف کرنے کی بجائے فتاوی کو "فتاوی اہل حدیث" کے نام سے شائع کیا جارہا ہے تاکہ معلوم ہو اس کتاب کے اکثر فتاوی قرآن وحدیث سے ماخوذ ہیں۔"[25]

فتاویٰ اہل حدیث ادارہ احیاء السنۃ النبویۃ سرگودھا سے 1973ء میں شائع ہوا۔ اس کے ٹوٹل صفحات 1531 شمار کیے گئے ہیں۔ اس فتاویٰ کی جو خصوصیات مرتب نے بیان کی ہیں وہ یہ ہیں:

☆مسلک اہل حدیث کا بے باک ترجمان ہے۔

☆حق شناسی وحق گوہی کا گراں قدر مرقع ہے۔

☆سنت رسول ﷺ اور سلف صالحین کی فکر کا آئنہ دار ہے۔

☆اختلافی مسائل کے اعتراضات کا مسکت جواب ہے۔ بلا تعصب تحقیق سے مزین ہے۔

☆عوام کی اہلیت اور خواص کے علمی وفکری معیار کے مطابق ہے۔[26]

فتاویٰ اہل حدیث دو جلدوں پر شائع کیا گیا ہے اور زیر تبصرہ نسخہ کتاب وسنت ڈاٹ کام کی ڈیجیٹل لائبریری موجود ہے اس کی طباعت تقریبا آدھی صدی پرانی ہے لیکن بہت مفید وکارآمد ہے۔

پہلی جلد کا آغاز انتساب سے ہوا ہے اس کے بعد فتاوی کی فہرست موجود ہے اور یہ فہرست آٹھ صفحوں پر مشتمل ہے جس میں کتاب الایمان اور کتاب الطہارہ کے فتاوی شامل کیے گئے ہیں ہر فتوی کو علیحدہ عنوان بھی دیا گیا ہے۔ مرتب نے حرف آغاز تحریر کرنے کے بعد محدث روپڑی اور ان کے خاندان کے احوال مختصرا تحریر کیے ہیں۔ اس کے بعد جامع مسجد قدس اہل حدیث نزد چوک دلگراں لاہور کی ایک تصویر پورے صفحے پر چھاپی گئی ہے یہ وہ مسجد ہے جس کی بناو تعمیر محدث روپڑی کے ہاتھوں ہوئی اس کے باقاعدہ فتاوی کا آغاز ہوتا ہے۔ یہ جلد 348 صفحات پر مشتمل ہے۔ فتاویٰ کے پہلے صفحے پر یہ آیت تحریر ہے فَسئلوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِن كُنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ[27] فتاویٰ کا آغاز کتاب الایمان

---

[25] عبد الرشید عراقی، روپڑی علمائے حدیث، ص59-60

[26] عبد اللہ روپڑی، حافظ، فتاویٰ اہل حدیث، مقدمہ

[27] القرآن الکریم، 43:16

سے ہوتا ہے کتاب الایمان میں سب سے پہلا فتاوی اعتقادی مسائل میں انحراف کرنے والے گروہوں مرزائی ، چکڑالوی اور قادیانیوں اور رافضیوں سے متعلق ہے:

اس فتاوی میں محدث روپڑی دیگر مفتیانِ کرام کی طرح چکڑالوی اور مرزائیوں کو تو صاف کافر قرار دیتے ہیں لیکن جہمیہ ، قدریہ اور جبریہ کو بدعتی و گمراہ تو کہتے ہیں لیکن صاف کافر قرار نہیں دیتے غالی روافض کو بھی کافر قرار دیتے ہیں ۔ ان کے پیچھے نماز پڑھنا اور ان میں نکاح کرنا حرام قرار دیتے ہیں اور ان کے فتویٰ میں ادلہ قرآن بھی موجود ہیں جیسا کہ مرتب کا دعویٰ ہے اس فتاوی کو اہل حدیث کا نام قرآن وحدیث کے ادلہ کی بناپر دیا گیا ہے۔[28]

اس کے بعد کے کچھ فتاوی مسلکی اختلاف کے حوالے سے دیئے گئے ہیں یہاں محدث روپڑی کا مسلک معتدل دکھائی دیتا ہے وہ دیوبند وغیرہ کے پیچھے اہل حدیث کی نماز کو جائز قرار دیتے ہیں۔[29]

مولانا مودودی کے نظریہ حدیث پر انہوں نے کڑی تنقید کی ہے ان کے نظریات کو قرآن وحدیث اور دیگر ادلہ سے رد کیا ہے یہ بحث تقریبا25 سے تیس صفحوں پر مشتمل ہے۔

ان سے ایک سوال تصوف کے حوالے سے شریعت وطریقت کے فرق کے حوالے سے کیا گیا ہے انہوں نے اس کا جواب کشف المحجوب اور دیگر کتب تصوف کی روشنی میں بھی دیا ہے یہاں اور بتایا ہے کہ شریعت وطریقت کی مثال ایک درخت کی دو شاخوں کی طرح ہیں جس کی جڑ ایک ہے ، انہوں نے اس فتوی میں قرآن ، حدیث اور صوفیاء کے دلائل بکثرت نقل کیے ہیں خاص طور پر مولانا عبد الحق دہلوی کی کتب کے حوالے واضح طور پر دیکھے جاسکتے ہیں ۔ تصوف میں ان کے علم کی گہرائی اور دلچسپی کا اندازہ ان کے اس فتوی سے ہو جاتا ہے۔[30]

تقلید شخصی کے حوالے سے محدث روپڑی کا موقف دیگر علمائے اہل حدیث والا ہی ہے ۔ کتاب الایمان میں برصغیر کے علماء منحرف مذاہب ، اہل حدیث و دیگر مسالک کے اختلافات اور تقدیر ، وحدت الوجود و وحدت الشہود جیسے مسائل پر فتاوی دیئے گئے ہیں۔

---

28 محدث روپڑی، فتاوی اہل حدیث 1 / 1

29 ایضا، 1 / 3-8

30 ایضا، 1 / 43-54

اس جلد میں دوسری کتاب کتاب الطہارہ ہے۔اس کتاب میں پہلا باب پانی کے حوالے سے ہے کہ کن صورتوں میں پانی ناپاک ہوتا ہے اس باب میں محدث روپڑی نے ادلّہ حدیث بہت تفصیل سے بیان کی ہیں تاکہ پانی کے جملہ احکام ہی سائل کی سمجھ میں آجائیں اور اگر کوئی اشکال موجود ہو تو اس کا بھی ازالہ ہو جائے۔برصغیر کے خاص ماحول میں جب انگریز ہندوستان میں آباد ہوئے تو انہوں نے صنعت وحرفت پر قبضہ کر لیا ہے جس کی وجہ سے مسلمانوں کے لیے کئی مسائل کھڑے ہوئے جیسے ادویہ میں الکوحل یا شراب کے استعمال کے حوالے سے سوالات بھی اس فتاوی میں موجود ہیں۔جن کی حرمت پر محدث روپڑی کے فتاوی موجود ہیں۔برصغیر کے تکثیری ماحول کی وجہ سے ہندوؤں کے متعلق سوالات بھی موجود ہیں اور ان کے تشفی بخش جوابات بھی دیئے گئے ہیں۔ان فتاویٰ میں صحاح ستہ کے علاوہ بلوغ المرام اور مشکوۃ المصابیح کی احادیث سے بکثرت استفادہ کیا گیا ہے۔

طہارت کے مسائل میں خاص طور پر حیض و نفاس کے مسائل میں جہاں اہل حدیث اور دیگر فقہاء کے درمیان اختلاف ہے اسے محدث روپڑی نے تفصیل سے نقل کیا ہے اور طرفین کے دلائل بھی نقل کیے ہیں۔آپ کے فتاویٰ میں اوزاعی، نخعی، ثوری کا موقف بھی دکھائی دیتا ہے جسے آپ جس کے دلائل زیادہ قوی دیکھتے ہیں اس کی رائے کو ترجیح دیتے ہیں۔

ایک سائل کے جواب میں جس نے سوال کیا ہے کہ خلال لحیہ فرض ہے یا مستحب آپ نے تفصیلی جواب دیا ہے جس میں ڈاڑھی کی حد پانی کہاں تک پہنچانا ہے ڈاڑھی ہلکی ہو یا گھنی اس کا حکم بیان کیا ہے۔[31]

بعض اوقات آپ کے فتاوی احتیاطی بھی ہوتے ہیں جیسے ایک سائل کا سوال تھا عورت کو چھونے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے کہ نہیں آپ نے شافعیہ کے حوالہ دیا کہ وہ وضو ٹوٹنے کے قائل ہیں جبکہ حنفیہ قائل نہیں ہیں لیکن ہم کسی بھی ایک موقف کو نہیں اپناتے احتیاطاً وضو کر لینا چاہیے۔[32]

---

31 محدث روپڑی، فتاوی اہل حدیث، 1/ 263-274

32 ایضاً، 1/ 286

مٹی، چونا، پتھر وغیرہ سے مسح کے جائز ہونے یا نہ ہونے کے حوالے سے محدث روپڑی نے بہترین بحث کی ہے اور صعید کے معنی واضح کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس علماء اور فقہاء کے لیے یہ بحث بہت مفید ہے جو کہ دلائل سے مزین ہے۔[33] آپ اپنے فتاوی میں دیگر علماء کی علمی اغلاط کا تتبع بھی کرتے ہیں اور ان کی تصحیح کر دیتے ہیں۔

مسجد میں محراب بنانے کے پر آپ نے کئی دلائل دیئے ہیں اور ان علماء کا رد بھی کیا ہے جو مساجد میں محراب بنانا بدعت قرار دیتے ہیں۔ آپ کے نزدیک مساجد میں جن محرابوں کو بنانے سے منع کیا گیا ہے وہ نصاریٰ جیسے محراب ہیں نہ کہ عام محراب جو آج کل تمام مساجد میں بنائے جاتے ہیں۔

اس جلد کا اختتام مساجد میں قبروں سے متعلق احکام پر ہوتا ہے اس کے بعد دوسری جلد ہے۔

☆ دوسری جلد کا آغاز وضو کے بقایا احکام سے ہوتا ہے اس کے بعد تیمم اور غسل کے احکام بھی تحریر کیے گئے ہیں۔ یہ جلد 592 صفحات پر مشتمل ہے۔ جو کہ پہلی جلد سے ضخیم ہے۔ پہلی جلد کی طرح اس جلد مین بھی آغاز میں فہرست فتاوی موجود ہے۔ اور اس جلد میں نماز اور زکوۃ کے مفصل مسائل تحریر کئے گئے ہیں جو فتاوی وضو اور طہارت سے منسلک پہلی جلد میں شامل ہونے سے رہ گئے تھے انہیں اس جلد کے آغاز میں دے دیا گیا ہے۔ اس جلد کا پہلا فتوی نیل پالش لگا کر نماز پڑھنے سے متعلق ہے اس میں محدث روپڑی نے جواز کا فتویٰ دیا ہے اور اور اسے مثل مہندی قرار دیا ہے[34] حالانکہ اس کی تفصیل یہ ہے عموما نیل پالش ایک تہہ کی طرح ناخن پر جم جاتی ہے اس سے ناخن کو پانی نہیں پہنچتا تو نیل پالش سے نماز جائز نہیں یہی فتوی اکثر علماء کا ہے۔[35]

ایک اور فتویٰ جو اس بہت اہم ہے وہ ننگے سر نماز پڑھنے کا ہے تو اس کے جواز کے بھی محدث روپڑی قائل ہیں اس کی دلیل انہوں نے نبی کریم ﷺ کے فعل سے دی ہے جس میں آپ نے ایک کپڑے میں نماز پڑھی جبکہ آپ کے سر پر کچھ نہ تھا۔[36]

---

[33] ایضا، 1/287-291

[34] محدث روپڑی، فتاوی اہل حدیث، 2/11

[35] https://www.banuri.edu.pk/readquestion/nail-polish-lage-hone-ki-sort-main-wazu-aur-namaz-ka-hukum-144204200076/18-11-2020

[36] محدث روپڑی، فتاوی اہل حدیث 2/۔14-17

☆تیسری جلد کا آغاز تجارت کے بیان سے ہوتا ہے اس میں تجارت کی مختلف اقسام مثلا بیع سلم ، آڑھت ، کمیشن ،بینک میں ملازمت ،زمین کو ٹھیکہ پر دینا ،وکالت کا پیشہ جیسے متنازع مسائل پر بھی فتاوی موجود ہیں ، اس کے بعد اجرت کا باب قائم کیا ہے جس میں مدرسین کی تنخواہوں اور حجامت کی اجرت ، نکاح اور اذان کی اجرت ، ہسپتال میں ملازمت جیسے مسائل پر بھی فتاوی دیئے گئے ہیں اگلا باب سود کے بیان پر ہے اس باب میں سب سے مختلف فیہ مسئلہ غیر مسلموں سے سود لینے کے جواز و عدم جواز کا ہے ،اس کے بعد ہبہ وقف ، رہن کے ابواب قائم کیے گئے ہیں پھر وراثت سے متعلقہ فتاویٰ تحریر کئے گئے ہیں اس کے بعد نکاح ، رضاعت ، طلاق ، عدت ، قسم ، نذر ، عقیقہ ، حلال و حرام ، تصاویر ، ذبیح سے متعلق فتاویٰ دیئے گئے ہیں آخر میں کچھ متفرق علمی فتاویٰ تحریر کئے گئے ہیں۔

کتاب البیوع میں حافظ صاحب کے فتاوی بہت اہمیت کے حامل ہیں انہوں نے ادھار کی خرید و فروخت میں زائد رقم کی تعین کو سود قرار نہیں دیا بلکہ جائز کہا ہے[37] جیسا کہ آج کل زمین ، مکان ، گاڑی اور دیگر چیزوں کی بیع میں رائج ہے ۔ بیع سلم کو کچھ شرائط کے ساتھ جائز قرار دیا ہے کہ جنس ، نوع ، وزن اور مدت معلوم و متعین ہو تو بیع سلم جائز ہے[38] بینک کی ملازمت اور وکالت کے شعبے میں شبہ کی بنا پر عدم جواز کا فتوی دیا ہے۔[39] مدرسہ کے مدرسین کی اجرت کو آپ نے جائز قرار دیتے ہوئے اس کے دلائل بھی دیئے ہیں اور اس کے دلائل پر طویل بحث بھی کی ہے۔ کافروں سے سود لینے پر کئی گئے سوال پر آپ نے سود کے مطلقاحرام ہونے کی وجہ سے کافروں سے سود لینا بھی حرام قرار دیا ہے چونکہ یہ فتوی ہندوستان کے ماحول میں کیا گیا ہے تو بعض لوگوں نے ہندوستان کو دار الحرب قرار دے کر وہاں کے کافروں سے سود لینا جائز قرار دیا ہے کیونکہ امام ابو حنیفہ دار الحرب کے کافروں سے سود کے جواز کے قائل ہیں لیکن یہ موقف امام شافعی ، امام اوزاعی بلکہ امام ابو یوسف کا نہیں ، محدث روپڑی بھی کافروں سے سود لینے کے عدم جواز کے قائل ہیں۔[40]

---

37 ایضا،3/ 23-24

38 ایضا،3/26

39 ایضا،3/41-43

40 ایضا،3/79

تیسری جلد میں ایک مسئلہ کتاب الہبہ میں توجہ طلب ہے جس میں ایک سائل نے یہ سوال کیا ہے کہ کیا شریعت میں اولاد پر خرچ کرنے میں مساوات کا حکم ہے؟ جبکہ کسی کی شادی زیورات وغیرہ اور تعلیم کے اخراجات میں تفاوت ہو جات ہے تو اگر حکم مساوات کا ہے تو یہ تو انسانی استطاعت سے باہر کا کام ہے اس سوال کے جواب میں حافظ صاحب نے یہ وضاحت کی ہے کہ صرف ہبہ کرنے میں برابری کا حکم ہے خرچ کرنے میں نہیں کیونکہ کہ ہر بچہ کی طلب اور ضرورت میں فرق ہوتا ہے تو یہ وسعت سے باہر کا کام ہے اس لیے شریعت نے یہ تنگی نہیں رکھی۔[41]

وراثت کی تقسیم سے متعلق سوالات کے جوابات آپ نے نہایت تشفی بخش دیئے ہیں بلکہ بعض مسائل میں تو فتاوی کے اندر ہی نقشے بنا کر وراثت کے مسائل سمجھانے کی کوشش کی ہے۔

آپ کہیں کہیں فتاوی میں احناف پر نقد بھی کرتے ہیں اور ان کے دلائل کو اپنے دلائل سے رد کرتے ہیں۔ لیکن آپ کے اپنے مؤقف پر پختہ تو ہیں لیکن مخالف مسلک پر بھی متشدد نہیں بلکہ ایک فتوی جس میں سوال کیا گیا کہ خلع طلاق ہے یا فسخ؟ احناف اسے طلاق شمار کرتے ہیں تو محدث روپڑی اس مسئلہ میں بین بین فتویٰ دیتے ہیں کہ دونوں کا احتمال موجود ہے[42]

ہندوستان کے خاص ماحول میں جب وہاں انگریز حکومت قائم ہو گئی تو بہت سے علماء نے ہندوستان کو دار الحرب قرار دے کر وہاں سے ہجرت کے فتاویٰ جاری کیے جبکہ محدث روپڑی کا مؤقف اس حوالے سے بھی معتدل ہے آپ نے ہندوستان میں اقامت کو جائز قرار دیا اور اس کے لیے ہجرت حبشہ کی مثال دی جہاں عیسائی حکومت قائم تھی۔[43]

بر صغیر کے ماحول میں جب کثرت مسالک سامنے آئے تو بہت سے علماء اپنے مخالف مسالک کے مسائل اور افراد پر تکفیری فتاوی جاری کرنے لگے لیکن محدث روپڑی نے اس مسئلے میں توازن اور اعتدال کا مظاہرہ کیا ہے پورے فتاوی میں صرف ایک دو فتویٰ ہی موجود ہیں جن میں کسی کی تکفیر کی ہو لیکن تکفیر بھی ان افراد کی کی ہے جن کے کفر پر امت

---

41 محدث روپڑی، فتاویٰ اہل حدیث، 3/87-88

42 ایضا، 3/281

43 ایضا، 3/464

کا اجماع ہے، ورنہ بین المسالک اختلافات کا آپ تتبع بھی کرتے ہیں رد بھی لیکن تکفیر کہیں نہیں کرتے۔ زیر نظر فتوی آپ کی اعتدال پسندی کا عکاس ہے۔

> معتزلہ، جہمیہ، قدریہ، جبریہ، مرزائیہ، چکڑالویہ، رافضیہ وغیرہ وغیرہ فرقے۔ یہ قطعی کافر ہیں یا نہیں۔ نماز میں ان کی اقتداء اور ان سے سلام اور مصافحہ کرنا کیسا ہے، ان کی وراثت مسلم اور مسلم کی وراثت انہیں پہنچتی ہے یا نہیں، مسلم عورت کا ان سے نکاح جائز ہے یا نہیں؟ اگر مسلما ن عورت کا خاوند ان فرقوں میں دخل ہو جائے تو نکاح ٹوٹ جاتا ہے یا نہیں، بلا طلاق وہ دوسری جگہ نکاح کر سکتی ہے یا نہیں؟
>
> جواب: ان فرقوں کے گمراہ۔ زندیق۔ ملحد۔ بدعتی ہونے میں کوئی شک نہیں البتہ کافر ہونے میں تفصیل ہے، مرزائیہ اور چکڑالویہ تو البتہ کافر ہیں معتزلہ، جہمیہ، جبریہ، قدریہ بھی تقریبا ایسے ہی ہیں۔ لیکن انہیں صاف کافر کہنا مشکل ہے، رافضیہ میں سے غالی کافر ہیں جو کہ حضرت ابو بکر وغیرہ کو مرتد کہتے ہیں اور وہ زیدیہ کافر نہیں جن کا عقیدہ ہے کہ حضرت ابو بکر کی امامت خطا نہیں لیکن حضرت علی افضل ہیں اور وہ حضرت عثمان کے بارے میں ساکت ہیں۔[44]

نتائج تحقیق

☆ استفتاء میں کہیں کہیں سائل کا نام اور تاریخ موجود ہے اور کہیں کہیں مستفتی کا نام تاریخ وغیرہ درج نہیں یوں لگتا ہے کہ وہ فرضیہ سوال اور ممکنہ جواب ہیں۔ مولانا مودوی کے روایت حدیث پر تنقید کا رد حافظ صاحب نے بہت مفصل و مدلل کیا ہے۔

☆ حافظ روپڑی عموما فتاویٰ بہت مفصل تحریر کرتے ہیں کہیں کہیں مختصر الفاظ میں بھی جواب دیتے ہیں بلکہ یوں کہنا مناسب ہو گا جو مسئلہ تفصیل طلب ہے اسے پوری توجہ سے واضح کر دیتے ہیں آخر میں نتیجہ بھی واضح کر دیتے ہیں۔

---

44 حافظ عبد اللہ روپڑی، فتاویٰ اہل حدیث، کتاب الایمان، 1 / 1 یہی فتوی ص 8 اور 9 پر بھی موجود ہے۔

☆اپنے فتاویٰ میں دیگر کتب تفسیر، حدیث، فقہ و فتاویٰ سے مدد لیتے ہیں کہیں کہیں عربی کتب کی عبارات بھی دکھائی دیتی ہیں۔

☆سائل جس بھی مسلک سے تعلق رکھتا ہے محدث روپڑی اسے نہایت معتدل انداز میں جواب دیتے ہیں کبھی کبھی احناف کے سوال کا جواب ان کے مسلک کی روشنی میں بھی دیتے ہیں جب سوال سے اعتقاد و عبادت سے متعلق نہ ہو۔

☆تفاسیر میں سے "تفسیر خازن، تفسیر ابن کثیر، تفسیر کبیر کے بکثرت حوالے نقل کیے ہیں۔کتاب الایمان میں شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی کتب سے بہت استفادہ کیا ہے۔فتاویٰ میں بکثرت قرآن و حدیث کے حوالے بکثرت موجود ہیں۔ لیکن حدیث کی کتب میں "مشکوۃ المصابیح سے بہت زیادہ استفادہ کیا ہے۔☆طہارت، نماز، روزہ، زکوۃ سے متعلق بکثرت احادیث نقل کی ہیں۔

☆سنت و بدعت اور برصغیر میں چودھویں صدی میں موجود مسائل کے فتاویٰ محدث روپڑ ینے بہت کم تحریر کئے ہیں۔

غرض یہ فتاوی جہاں ایک فتاوی کی حیثیت رکھتا ہے وہاں فقہ کی ایک ایسی کتاب دکھائی دیتا ہے جہاں ہر تفصیل طلب مسئلے کا تفصیلی اور مدلل جوابات ہیں اور جہاں اختصار مفید ہو وہاں ایک سطر میں ہی جواب دے دیا گیا ہے۔